عرب ممالک میں اسلامی دستور کا مطالبہ

خلیل حامدی

پچھلے چند سالوں سے اسلامی ممالک اپنے داخلی مسائل میں سے جس مسئلہ میں سب سے زیادہ اُلجھے ہوتے ہیں یہ ہے کہ حصولِ آزادی کے بعد ان کا دستور مملکت کیا ہو۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس مسئلہ میں قریب قریب تمام اسلامی ممالک کے اندر دو باتوں میں یکساں ردّ عمل ہوا ہے۔ ہر ملک کی مسلمان اکثریت کی طرف سے دستور کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کی خواہش اور اس کا پُرزور مطالبہ۔ اور فرنگی استعمار کی پروردہ حکمران اقلیت کی طرف سے اس فطری امنگ کو ٹالنے یا زبردستی دبانے کی کوشش۔ یہ بات ہم محض قیاس و گمان کی بنا پر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ پچھلے دس سالہ دَور میں ہم نے اس نقطۂ نظر سے تمام اسلامی ممالک اور بالخصوص نئے آزاد شدہ ممالک کے حالات کا غائر مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعہ میں ہم نے جو نتائج اخذ کیے ہیں اُن میں سے تین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :

۱۔ ہر جگہ اس حکمران اقلیت نے مسلمان اکثریت کی آرزوؤں کو پامال کیا ہے اور ایک دستور ہی نہیں ہر معاملے میں مسلمان عوام کے معتقدات و نظریات اور ان کی تہذیب و ثقافت کی بے حرمتی کی ہے۔ حکمران گروہ کی یہ روش ایک نفسیاتی بیماری پر مبنی رہی ہے جو اُسے تین زبردست غلط فہمیوں کا شکار بناتی رہی ہے۔ ایک یہ کہ مسندِ اقتدار پر فروکش ہونے والا گروہ اپنے آپ کو نہایت پاکیزہ، ہمدردِ قوم اور فرشتہ خصلت سمجھتا رہا ہے اور سابق حکمرانوں کو پیکرِ نجاست و شیطنت اور دشمنِ ملک و ملت۔ دوسری یہ کہ وہ عقلِ کُل اور جانِ جہاں اور واحد نجات دہندہ ہے، تمام زمینی و آسمانی علوم اُس پر عیاں ہیں، اُس کی رائے حق ہے اور اس کے خلاف باطل۔ تیسری یہ کہ سابق حکمرانوں کا عرصۂ اقتدار

اگرچہ عارضی تھا لیکن اس کا اقتدار اتنا ہی دیرپا ہے جتنی یہ کائنات۔ ان تینوں غلط فہمیوں کے زیر اثر حکمران گروہوں نے جو اقدامات کیے ہیں ان کا نتیجہ بالعموم یہ نکلتا رہا ہے کہ حکام اور عوامی رجحانات و مطالبات میں تصادم کی کیفیت رہی ہے۔

۲۔ متعدد اسلامی ممالک میں اور خاص طور پر انڈونیشیا، سوڈان اور مصر میں اسلامی دستور کے مطالبے کا عوامی قافلہ ایمان و یقین کا سرمایہ لے کر رو بمنزل ہوا۔ حکمران گروہ سے کشمکش کرتا ہوا جانب منزل رواں رہا۔ اور جب منزل دو چار ہاتھ رہ گئی تو یکایک ایک طوفان آیا اور اس نے برسوں کی تمام مساعی پر پانی پھیر دیا۔ پھر ملّی اتحاد کے اس مضبوط رشتہ کی شکست و ریخت کے نتیجہ میں داخلی طور پر انتشار اور مرکز گریز رجحانات پرورش پانے لگے اور بین الاقوامی میدان میں ایک مضبوط قوم کی حیثیت سے ساکھ برقرار نہ رہ سکی۔

۳۔ مسلمان عوام کے اسلامی جذبات کو اگرچہ پوری قوت کے ساتھ دبانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کچھ مدت کے لیے نہتّے عوام اپنے مسلّح فاتحین کے سامنے دب بھی گئے ہیں مگر یہ جذبات اندر ہی اندر پک رہے ہیں۔ ان کی سُلگتی ہوئی چنگاریاں کا ہے بگا ہے نمودار ہوتی رہتی ہیں اور توقع یہی ہے کہ یہ کبھی بھسم نہ ہونگی۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ آج سے چار پانچ سال قبل اسلامی ممالک میں اسلامی دستور کا جو مطالبہ زور و شور سے اٹھا تھا اور بالآخر ہر جگہ اُسے دبا دیا گیا تھا وہی مطالبہ اب پھر کروٹ لے رہا ہے اور وہ دور آیا چاہتا ہے کہ یہ عارضی دباؤ ختم ہوتے ہی وہ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوگا۔ اس دینی و فطری طلب کو کوئی طاقت کچلنے کی ہمت نہیں رکھتی۔

مصر میں ۱۹۵۲ء تک عوام کی جانب سے اسلامی دستور کا تقاضا پورے زور پر تھا۔ مگر ۱۹۵۴ء کے اواخر میں ناصر صاحب سنگین بدوش آگے بڑھے اور اس آواز کا گلا گھونٹ دیا۔ جون ۱۹۵۶ء میں انہوں نے اپنی جیب سے ایک نرالا دستور نکال کر قوم کو عطا فرمایا۔ پھر شام و مصر کے انضمام کے بعد شام کے جمہوری دستور کو بھی منسوخ کر ڈالا اور پوری متحدہ عرب جمہوریہ ایک عارضی دستور

کے زیر نگیں آگئی۔ ناصر صاحب نے اس عرصہ میں پوری کوشش کی ہے کہ کسی نہ کسی طرح مستقل دستور کی تدوین کو ٹال کر اپنے آپ کو یوم الحساب سے بچائے رکھیں۔ مگر یہ ایسی خواہش نہ تھی کہ بین الاقوامی حالات اور اندرونی تشدد دیر تک اس کا ساتھ دیتے۔ بالآخر وہ ملک کے لیے مستقل دستور مدوّن کرنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ایک دستور ساز کمیٹی قائم کر دی گئی۔ اب اِدھر دستور سازی کے چرچے شروع ہوتے ہیں اور اُدھر عوام کے اسلامی جذبات نے بھی انگڑائی لی ہے۔

اس سلسلے میں مصر کے مشہور اسلامی پرچے " لواء الاسلام " بابت مئی ۱۹۶۱ء کی ایک تازہ خبر ملاحظہ فرمائیں:

"مجلہ لواء الاسلام کے دفتر میں دمشق سے ایک تار کی نقل موصول ہوئی ہے جس پر دمشق یونیورسٹی کے ۶ سو طلباء کے دستخط ہیں۔ یہ تار متحدہ عرب جمہوریہ کی دستور ساز اتھارٹی کو بھیجا گیا ہے۔ تار کا متن یہ ہے:

" قوم کو ان حضرات پر پورا اعتماد ہے جو اس کی امنگوں کو بروئے کار لانے کے لیے عظیم تمناؤں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ آپ حضرات متحدہ عرب جمہوریہ کے لیے ایک مستقل دستور کی تدوین کا آغاز کر رہے ہیں۔ یہ ملک نہ صرف عربوں کی جنگِ حریت کا صدر مقام ہے بلکہ ایشیائی اور افریقی اقوام کی نگاہوں کا بھی مرکز بنا ہوا ہے۔ عرب قوم کا سرمایۂ اسلاف اور اس کے نظریات و عقاید اسلام پر مبنی ہیں۔ اور اسلام ہی اُسے دنیا کی قانونی اور فکری قیادت سے بہرہ مند کر سکتا ہے۔ اس لیے ہم دمشق یونیورسٹی کے طلباء مجبور ہیں کہ دستور ساز اتھارٹی کو یہ یاد دہانی کرائیں کہ اس کا یہ فرض ہے کہ زیرِ ترتیب دستور میں مندرجہ ذیل اصولوں کو بنیادی دفعات کی حیثیت سے شامل کرے:

۱۔ ریاست کا مذہب اسلام ہوگا (جیسا کہ سابق مصری دستور میں تھا)

۲۔ اسلامی شریعت ہی قانون سازی کا اصل ماخذ ہوگی (جیسا کہ سابق شامی دستور میں تھا)۔

۳- تعلیم، ثقافت، قومی رہنمائی، لیبر اور معاشرتی بہبود کی وزارتوں کو ایسی ہدایات دی جائیں جن کے تحت یہ سب وزارتیں مسلمان عوام کے دین اور اسلامی اخلاق کی حفاظت کریں۔

۴- دستور میں جو دفعات بھی رکھی جائیں، خواہ ان کا تعلق افراد سے ہو۔ یا جماعتوں سے یا ریاست سے، ضروری ہے کہ ان کو مدوّن کرتے وقت اسلامی آداب اور اسلامی تعلیم کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

۵- وہ تمام آرڈیننس، ریگولیشن اور فرامین منسوخ قرار دیئے جائیں جو مذکورۂ بالا اصولوں کے منافی ہوں۔

ہمیں قوی امید ہے کہ جس قوم کی نمائندگی آپ حضرات کے سپرد کی گئی ہے اُس قوم کی آرزوؤں کو آپ روبعمل لانے کی کوشش کریں گے تاکہ ہمارا عمل ہمارے اُن دعاوی سے ہم آہنگ ہو جائے جو اسلام کے بارے میں ہم وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں اور جن کا اظہار خود صدر جمال عبدالناصر نے اپنی بیشتر تقریروں میں کیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: وذکر فان الذکری تنفع المومنین۔"

اس تار کے بارے میں "لواء الاسلام" نے جو چند حرفی تبصرہ کیا ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

"ہمیں یقین ہے کہ ہر مسلمان اور ہر عرب کی یہی خواہش ہے۔ دستور قومی امنگوں کا آئینہ دار ہوتا ہے اور اُس کے نظریات کا محافظ ہوتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دستور ساز کمیٹی اس تار کے جلیل القدر مضامین کا خاطر خواہ پاس رکھے گی۔"

ظاہر ہے کہ جس ملک میں پریس پوری طرح حکومت کے کنٹرول میں ہو اور خبریں اور رائیں، سب راشن کے ذریعہ سے ملتی ہوں، وہاں ایک پرچہ اس موضوع پر اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا۔

اس کے ساتھ ہی ایک دوسری خبر ملاحظہ ہو جس کا ماخذ لبنان کا ہفتہ وار اخبار "المجتمع" اور

دمشق کا ماہنامہ "حضارۃ الاسلام" ہیں:

"پچھلے دنوں رباط (مراکش) میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی ہے۔ اس کانفرنس میں ملک کے اطراف سے تقریباً تین سو اہلِ علم وفکر حضرات نے شرکت کی ہے۔ اور ملک کے تمام بڑے بڑے علمی اداروں نے، جن میں قرویین یونیورسٹی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، اپنے نمائندے بھیجے ہیں۔ اس کانفرنس میں گہرے غور وخوض کے بعد ذیل کی قراردادیں بالاتفاق پاس کی گئی ہیں:-

دستور

۱۔ زیر ترتیب دستور میں یہ واضح کر دیا جائے کہ ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا اور ریاست کی سرکاری زبان عربی ہو گی۔

۲۔ یہ واضح کر دیا جائے کہ قرآن کریم اور سنتِ نبوی قانون سازی کا ماخذ ہوں گے (کانفرنس ہر اُس دفعہ کی مخالفت کرے گی جو اپنے الفاظ اور مفہوم دونوں کے لحاظ سے اسلامی شریعت کے منافی ہو گی)۔

۳۔ دستور سازی کے لیے جن حضرات کی خدمات حاصل کی جائیں، ضروری ہے کہ وہ ایک طرف شریعت اسلامی اور اُس کے بنیادی مقاصد کا وسیع علم رکھتے ہوں اور سیرت کے لحاظ سے بھی بے داغ ہوں۔ اور دوسری طرف ملک کے ماحول کا گہرا مطالعہ رکھتے ہوں اور ضروری اہلیت وقابلیت کے شرائط پر پورے اترتے ہوں۔

۴۔ دستور میں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ مراکش عرب قوم کا ایک حصہ ہے۔ اور عربوں کے اتحاد کو اپنا مطمح نظر رکھتا ہے۔ عرب اور مسلمانوں کے اتحاد کے لیے پہلے قدم کے طور پر دستور میں مغرب عربی (یعنی مراکش موریتانیا الجزائر اور تونس) کو ایک وحدت قرار دیا جائے۔

تعلیم

۱۔ یہ کانفرنس اس خطرناک پالیسی کی شدید مذمت کرتی ہے جس کے تحت ملک کے اندر فرانسیسی زبان کے نفوذ کی حفاظت کی جا رہی ہے اور اُسے تمام وزارتوں میں، تمام محکموں میں،

تعلیم کے تمام مراحل میں اور اکثر مذہبی مدارس میں بھی سرکاری زبان قرار دیا جارہا ہے۔ اور ملکی زبان (عربی) کو اور اس کے حامیوں کو تمام میدانوں سے پیچھے ہٹایا جارہا ہے۔ یہ وہ پالیسی ہے جس کے تحت آج آزادی کے ۵ سال گزر جانے کے بعد بھی، پرائمری اسکولوں تک میں عربی زبان کو تعلیمی زبان قرار دینے سے انکار کیا جارہا ہے (سکنڈری اسکول اور کالج تو کجا مراکش کے پرائمری اسکولوں کی سرکاری زبان بھی ابھی تک فرانسیسی ہے)

۲۔ یہ کانفرنس جلالۃ الملک کی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ حکومت کو عوامی مطالبات کا احترام کرنا چاہیے۔ عوام اپنی قومی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

۳۔ یہ کانفرنس تعلیمی امتیازات کی پالیسی کی شدید مذمت کرتی ہے۔ اس پالیسی کی رُو سے فرانسیسی زبان کے سند یافتگان کے لیے تمام سرکاری ملازمتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور عربی زبان کے سند یافتہ کے لیے تمام دروازے مسدود ہیں۔ اس امتیاز کی تہ میں محض یہ تعصب کام کر رہا ہے کہ قومی زبان اور اس کے حامیوں کو زیادہ سے زیادہ ذلیل کیا جائے۔"

کانفرنس میں اجتماعی امور کے بارے میں بھی متعدد قراردادیں پاس کی گئیں اور حکومت سے معاشرتی مفاسد کے انسداد کے مطالبے کیے گئے۔

حقوق الزّوجین

از سید ابوالاعلیٰ مودودی

کا نیا ایڈیشن چھپ کر آگیا ہے۔ قیمت قسم اعلیٰ۔ مجلد سفید کاغذ ڈھائی روپے صرف سستا ایڈیشن روپیہ ۱/۷۵

بیمہ زندگی اسلامی نقطۂ نگاہ سے

جناب نعیم صدیقی صاحب کی نئی کتاب۔ قیمت پچاس پیسے — شعبۂ کتب۔ ترجمان القرآن اچھرہ۔ لاہور